

ڈاکٹر سید باچا آغا
اسٹنٹ پروفیسر
گورنمنٹ ڈگری کالج، کوئٹہ

علم حقیقی کے ذریعے خود شناسی اور فکر اقبالؒ

Sir Muhammad Iqbal widely known as Allama Iqbal was a poet, philosopher, and politician, as well as an academic, barrister and scholar in British India who is widely regarded as having inspired the Pakistan Movement He is considered one of the most important figures in Urdu literature, with literary work in both the Urdu and Persian languages In Asrar-e-Khudi, Iqbal explains his philosophy of "Khudi" or "Self" Iqbal's use of the term "Khudi" is synonymous with the word "Rooh" mentioned in the Quran "Rooh" is that divine spark which is present in every human being, and was present in Adam, for which Allah ordered all of the angels to prostrate in front of Adam For him, the aim of life is self-realization and self-knowledge He charts the stages through which the "Self" has to pass before finally arriving at its point of perfection, enabling the knower of the "Self" to become a vice-regent of Allah This article explains deeply the thoughts of allama Iqbal about the self-realization.

اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی تمام عمر مسلمانوں کو علم حقیقی کی شاہراہ پر لانے کے لئے وقف کر دی اور آپ کا پورا کلام ہی آپ کے اس انقلابی جدوجہد کا پیکر مثالی ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ خود فرماتے ہیں کہ میری شاعری کو شاعری تصور نہ کیا جائے، یہ تو قوم کی دکھ درد بھری کہانی کو بیان کر رہی ہے اور ان کو ایک متحدہ محاذ پر لا کھڑا کرنے کی کوشش ہے، چنانچہ علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

نغمہ کجا و من کجا، ساز سخن بہانہ ایست

سوئے قطاری کشم، ناقہ بے زمام را (۱)

علامہ محمد اقبالؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی پہچان کر لینا حقیقتاً اپنی زندگی کے اسرار و رموز کو پالینا ہے۔ اسی موضوع

پراسرار خودی اور رموز بے خودی کے عقدوں کو حل کرتے ہوئے علامہ محمد اقبالؒ نے فارسی میں ”اسرار و رموز“ تحریر فرمائی۔ فلسفہ خودی کو بھی علامہ محمد اقبالؒ نے اسی عقدہ مشکل کی وضاحت میں لکھا ہے اور آپ کا یہ بیان اسی نکتہ کے ارد گرد گھومتا ہے کہ انسان خود اپنی پہچان کر لے۔ اپنی ذات اور شخصیت کو سمجھنے کی صورت حال، معرفت نفس اور یقین ذات کے علم کو حاصل کرنے کو علامہ محمد اقبالؒ نے خودی یعنی (Self Realization) سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں ہم اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ انسان اپنی پہچان کن علوم اور کن اعمال کے ذریعے کر سکتا ہے۔

علامہ محمد اقبالؒ کے کلام کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتا ہے کہ اہل فلاسفہ کا علم اس قدر سطحی نوعیت سے متعلق ہے کہ وہ انسان کو اپنا سراغ لگانے میں مدد نہیں دیتا، اہل فلسفہ کسی اہم نکتہ کی عقدہ کشائی کرنے سے قاصر ہیں اور ان کی نظر بجائے عقدہ کشائی کے اور بھی مقید ہو جاتی ہے۔

کھلتا نہیں میرے سفر زندگی کا راز لاؤں کہاں سے بندہ صاحب نظر کو میں
حیراں ہے بوطی کہ میں آیا کہاں سے ہوں رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں (۲)
ایک دوسری جگہ علامہ محمد اقبالؒ یوں گویا ہے کہ:
گر بہ استدلال کارے دیں بودے فخر رازی راز دارے دیں بودے
نور حق از سینہء سینا مجو روشنی از چشم ناپینا مجو (۳)
ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

بوطی اندر غبارِ ناقہ گم دست رومی پردہء مجمل گرفت (۴)
علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اہل فرنگ کو اپنی عقل پر ناز ہے لیکن انہیں میری طرف سے کہہ دو کہ عقل جس قدر تیزی اور کمال حاصل کرے گی وہ اتنی زیادہ ناقص اور مجبور محض ہوتی چلی جائے گی۔ عقل اگر پختہ نہ ہو تو اس سے وہ توقع نہیں کی جاسکتی جو عقل کا مقصود ہے۔

از من اے باد صبا گوئے بہ دانائے فرنگ عقل تا ہال کشود است گرفتار تر است
برق را این بہ جگری زند، آں رام کند عشق از عقل فسوں پیشہ جگر دار تر است
چشم جز رنگ گل ولالہ نہ بیند ورنہ آں چہ در پردہء رنگ است پدیدار تر است (۵)
نری عقل حیلہ ساز ہے، عقدہ کشائیں:

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ عقل سے بھی بہت سے کام چلتے ہیں اور یہ کئی عقدوں کو حل کر سکتی ہے، مگر نری عقل جس کو عشق اور محبت کی مدد حاصل نہ ہو معاملات کی گرہ کشائی نہیں کر سکتی۔ وہ دلائل جو عقل دیتی ہے اور جن کو عشق تسلیم نہیں کرتا، رد کر دینے کے قابل ہیں۔

ہزار بار کھو تر متاع بے بصری زدا نشے کہ دل اور انہی کند تصدیق (۶)

مقام آدم خاکی نہاد دریا بند مسافران حرم را خدا بد تو فیق (۷)

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ عقل مظاہر میں صفات الہی کا مشاہدہ کرتی ہے اور عشق چاہتا ہے کہ وہ غلوت ذات کی طرف متوجہ ہو۔ عقل اپنی ہستی کے علاوہ دوسری چیزوں میں فکر کرتی ہے تاکہ کوئی نتیجہ اخذ کرے۔ عقل کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسروں کے نظریات کو آگے بڑھا کر ایک نتیجہ اخذ کرتی ہے۔ اس کے برخلاف عشق ایک توفیق منجانب اللہ ہے جو اس کے کرم و فضل سے ملتا ہے۔ عشق اکتسابی نہیں، وہ اپنا محاسبہ کرتا ہے اور خودی پر بھی نظر رکھتا ہے۔ مختصر اُیہ کہ عقل اکتسابی چیز ہے اور محنت کرنے سے گھٹتی یا بڑھتی ہے جب کہ عشق اللہ کی نعمت اور غیبی دین ہے۔ ان ہی وجوہات کی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ عقل خودی سے محروم کرتی ہے اور عشق خودی کو ترقی دیتا ہے۔

عقل باغیر آشنا از کتابت عشق از فضل است و با خود در حساب (۸)

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ عقل تو حیلہ باز ہے سو بہانے تراش لیتی ہے اور اصل مدعا تک پہنچنے میں مدد نہیں دیتی۔ عقل کے مقابلے میں عشق بچا رہ سیدھا سادہ ہے اور منزل کی طرف بلا تا مل لے جاتا ہے۔

عقل عیار ہے، سو بھیس بنالیتی ہے عشق بے چارہ نہ ملا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم (۹)

نشان راہ ز عقل ہزار حیلہ میرس بیا کہ عشق کمال ز یک فنی دارد (۱۰)

خبر سے نظر تک پہنچنا:

علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو خود دیکھا اور محسوس کیا جائے، یہ علم بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، اس علم کو نظر کہتے ہیں۔ دوسرا علم وہ ہے جو دوسروں سے سنایا کتابوں میں پڑھا جائے، ایسے علم کو خبر کہتے ہیں۔ علماء بے عمل کا علم بھی خبر کی حد سے آگے نہیں جاسکتا اور یہی وجہ ہے ایسے علماء کا وعظ بہت دلربا تو معلوم ہوتا ہے مگر لوگوں پر اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ علم نظر جہاں کسی کو نصیب نہ ہو تو وہ کائنات کی پیمائش، علت و معلول اور قوانین فلسفہ سے تو آگاہ ہو سکتا ہے لیکن اس کی پرواز زمانی، مکانی، طبیعی، مادی عالم اور خلاؤں سے آگے نہیں جاسکتی اور اس سے آگے اسے تاریکی نظر آتی ہے۔ ایسے علماء اور فلسفی جسور (جسارت والے) نہیں ہوتے اور فنا و بقا سے نا آشنا ہوتے ہیں جبکہ غیور انسان اپنی خودی کی حفاظت کرتا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے نیازی اور وقار نفس پیدا کر لیتا ہے، وہ مادی قوتوں کے سامنے خم نہیں ہوتا۔ (۱۱) علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور حکیم سرِ محبت سے بے نصیب رہا!

پھر انصافوں میں کر گس اگر چہ شاہین وار شکار زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا! (۱۲)

علم بذریعہ وجدان:

وجدان دماغ کی ایک قوت ہے جو شعوری استدلال/دلائل یا مطالعہ کے بغیر علم حاصل کرتی ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے شعور اور اس کے ارتقاء کی نوعیت و حقیقت کے متعلق کسی قطعی رائے کا اظہار کر سکے اور کسی چیز کے ادراک کو وثوق

کے درجے تک حاصل کر سکے۔ وجدان کشف یا جذبہ عشق کے توسط سے انسانی شعور نے حاصل کیا ہے اور یہ مفروضہ قانون ارتقاء کے عین موافق ہے۔ وجدان کا مسئلہ مابعد الطبعی حقائق سے منسلک ہے، یعنی یہ ایک غیر مادی غیر استدلال دنیا سے تعلق رکھتا ہے (۱۳) علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ روحانی وجدان محض ایک تاثر یا جذبہ نہیں بلکہ حقائق حیات کی بابت اس میں وسیع تر علم اور عمیق تر بصیرت پائی جاتی ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا کہ طبعی عقل، عقل نہیں ہوتی ایسی عقل حیوانی جذبات کی غلامی کرتی ہے، جبکہ عقل کلی میں وجدان عشق، سوز و گداز اور علم و عقل کی وسعتیں موجود ہیں۔ عقل جزئی وہ ہے جو خود پر تنقید نہ کرے اور اپنی حدود سے ناواقف ہو۔ اسی عقل کو علامہ محمد اقبالؒ نے مولانا رومؒ کی طرح الحاد آفرین، عقل بہانہ جو یا عقل فسوں گر کہا ہے۔ مغرب کے فلسفیوں کے برخلاف، علامہ محمد اقبالؒ یہ سمجھتے ہیں کہ اگرچہ وجدان میں قلبی کیفیات اور جذبہ عشق کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور عشق و عقل کے انتخاب میں وہ عشق کو ترجیح دیتے ہیں تاہم عقل سے انہیں بیر ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ عقل اپنے کمال پر پہنچ جانے کے بعد وجدان میں بدل جاتی ہے یعنی اگر عقل جذبات کی غلامی سے تاریک نہ ہو جائے اور جاہد حیات کی مسلسل راہنمائی کرتی رہے تو عقل کی منزل اور عشق کا حاصل ایک ہو جاتا ہے۔ لہذا خیال کیا جاتا ہے کہ ایسی عقل سے مراد عقل سلیم ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں ملتا ہے کہ:

الّا من اتى الله بقلب سليم۔ (۱۴)

ترجمہ: مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم لے آیا۔

علامہ محمد اقبالؒ نے بھی ایسے علم اور عقل سلیم کو تسلیم کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

علم را مقصودا گر باشد نظر می شود ہم جاہد و ہم را بہر

علم تفسیر جہان رنگ و بو دیدہ و دل پرورش گیر دازد (۱۵)

ایک اور مقام پر علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ اپنے دل کے ساتھ عقل کو رکھو کیونکہ ایسی عقل جس نے دل (روح) سے ادب سیکھا ہو وہ باطل کے ساتھ کبھی الحاق نہیں کرے گی، ادب تو دل کی خوراک ہے۔ لہذا اس سلسلے میں علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

نقشے کہ بستہ ہمہ اوہام باطل است عقلے بہم رساں کہ ادب خوردہ دل است (۱۶)

وجدان کی حالت سکوت و سخن سے ماورئی ہے کہ نہ تو وہ خاموش رہ سکتے ہیں اور نہ گویا، یا یوں کہیے کہ وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی، البتہ اگر کسی شے کو سمجھنے کی بات ہو تو وجدان سے بہتر کوئی چیز اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ اشیاء کے ظاہر و باطن کا علم:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے کیا کیا جو ہر ملکوتی عطاء فرمائے ہیں، اس راز سے خود انسان بھی آشنا نہیں۔ انسانوں کی اکثریت تو ظاہری دنیا کی ظاہری شکل سے ہی قدرے آشنا ہے اور دنیا کی ہر چیز کو محض ظاہری نظر سے ہی پہچانتی ہے۔ اس کو رنگائی کی وجہ انسان کی قوانین الہی اور چشم بصیرت سے لاعلمی و لاعلمی ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہماری ایک بہت بڑی اکثریت باطنی علوم تو کیا ظاہری علوم سے بھی سراسر محروم ہے۔ یورپ کے علماء نے ظاہری علوم کو حاصل کرنے میں کافی تحقیق کی ہے، چنانچہ ان کا شعبہ سائنس نئی ایجادات کو معرض

وجود میں لا رہا ہے اور پوری دنیا سے داد تحسین حاصل کر رہا ہے۔ اگر ہم اشیاء کی باطنی صورتوں پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تحقیق کا یہ پہلو تو یکسر ویرانی کا شکار ہے، کیونکہ باطنی علوم کا یہ حصہ نہ صرف تحقیقاتی کاوشوں اور محنتوں کا محتاج ہے بلکہ اس قلمزم خاموش کو کھولنے کے لئے ضرب کلیسی اور وجدان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ باطنی علوم کے کشائش سے آگاہ ہیں ان کی تعداد تو مذکورہ بالا ظاہری علوم کے جاننے والوں سے بھی بھت قلیل بلکہ اقل ہے۔ ہم ہر روز اپنی زندگی میں استعمال ہونے والی بہت سے اشیاء کو ملاحظہ کرتے ہیں اور آگے گزر جاتے ہیں، مگر ان اشیاء کے عظیم صانع نے جو کمالات اور اسرار ام میں مخفی کر دیے ہیں ان کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ قرآن کریم مسلمانوں کو اسی عرفان کے حاصل کرنے کی تاکید کرتا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (۱۷)

ترجمہ: جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے کہ:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ۔ (۱۸)

ترجمہ: اے نبی ﷺ ان سے کہو کہ تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔

اور اسی طرح مسلمانوں کو مظاہر فطرت کے مشاہدے پر ابھارتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاجْتِذَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَع النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ مِنْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسْتَخَرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ (۱۹)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا ہونا، دن اور رات کا بدلنا، سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا تیرنا اور ان سے لوگوں کا فائدہ اٹھانا، آسمان سے بارش کا برسنہ اور اس کے ذریعے زمین کا زندہ ہو جانا، روئے زمین پر طرح طرح کے جانوروں کا پایا جانا، ہواؤں کا چلنا اور زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا حکم کے تابع ہو جانا، یہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

لہذا اسی لئے تو خلیفہ چہارم حضرت علیؑ ہمیشہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

رَبَّنَا ارْزُقْنَا حَقَائِقَ كُلِّ شَيْءٍ كَمَا هِيَ۔ (۲۰)

ترجمہ: الہی ہمیں تمام اشیاء کے حقائق کا علم عطا فرما۔

علامہ محمد اقبالؒ درج ذیل اشعار میں انسان کی انہی عرفانی کوششوں کو بروئے کار لانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ:

گاہ میری نگاہ تیز چیر گئی دل وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں
تو نے یہ کیا غضب کیا! مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سیدہ کائنات میں (۲۱)

علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک انسان کا وجود اس کی خودی کے ذریعے ہی پہچانا جاتا ہے۔ اگر انسان میں جوہر خودی ہے تو اس جوہر کو آپ اس کی شکل و صورت سے ظاہر ہوتا ہوا پاؤ گے، یعنی جہاں خودی کے جوہر بدل گئے انسان کی شکل بھی بدل گئی۔ انسان کی یہ زندگی ایک شر کے مثل دیرپا نہیں لیکن اس عرصے میں زندگی کو اعلیٰ معیار پر لانے کے لئے خودی کی تعمیر کرنا ضروریات زندگی سے ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

و جو د کیا ہے؟ فقط جوہر خودی کی نمود
کراپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود تیرا (۲۲)
اے کہ ہے زیر فلک مثل شر تیری نمود کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقامات وجود (۲۳)

جوہر مخفی کا علم:

ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے بیش بہا اور مایہ ناز مخفی جوہر کر رکھے ہیں۔ ان خزانوں کو کرید کر باہر لانا اور ان سے استفادہ کرنا کسی اہل ہمت انسان کا ہی مقدر ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کو اپنی مخفی خزانوں اور کمالات کا علم ہی نہ ہو تو وہ ان خزانوں کو کام میں کب لاسکتا ہے؟ اپنے مخفی خزانوں کا علم ہونا انسان میں ہمت، بلندی اور کمال پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اعلیٰ معیار کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ کیا کچھ کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے تو ایسا شخص کبھی تضییع اوقات کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر کوئی شخص کسی رہبر سے اپنی صلاحیتوں کے ذریعے کارہائے نمایاں انجام دینے کے رموز اور اسرار حاصل کر لیتا ہے اور ایسا کر لینے سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب کر لینے کی کیفیت اور جذبہ حاصل کر لیتا ہے تو سمجھ لو کہ اس نے اپنی منزل کو حاصل کرنے کے پچاس فیصد اسباب مہیا کر لئے۔ اس کے بعد کمر ہمت باندھ کر اس منزل کی راہ پر چل نکلنے کا کام باقی رہ جاتا ہے، سو اگر وہ ہمت آزمائی کرے تو اپنی منزل حاصل کرنے کے لئے کوئی اور مشکل باقی نہیں رہ جاتی۔ بڑا کام تو اپنی صلاحیتوں کی پہچان کر لینا ہے اور اس پر گامزن ہونے کا عزم کر لینا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے فلسفہ خودی کی بنیاد اسی اصول پر رکھی ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ آج بھی اگر وہ راہ پر آجائیں تو کامیابی ان کے قدم چھوے گی۔ ان خزانوں کو ڈھونڈ نکالنے کی طرف علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر سب کچھ موجود ہے حتیٰ کہ خدا کا مکان بھی دل میں ہی مل جاتا ہے۔

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکان نکلا ہمارے خانہ دل کے کینوں میں
اگر کچھ آشنا ہوتا مذاق جبہ سائی سے
تو سنگ آستان کعبہ جا ملتا جبینوں میں
کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں؟
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی محل نشینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشیدہ کو موج نفس ان کی
الہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

کسی ایسے شر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
 کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں (۲۴)

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ ایک معمولی صلاحیتوں والا انسان اگر سرسری طور پر ہی اپنے آپ پر غور کرے اور ہر عضو میں مخفی حسن اور قوتوں کا اندازہ لگائے تو پھر اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا شاہکار ہے انسانی دماغ کو دیکھیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح کمپیوٹر کا نظام رائج کر رکھا ہے، غرضیکہ جسم کا تمام نظام دیکھا جائے تو نہ صرف ایک بہت بڑے خالق کے نظام کا پتہ چلتا ہے بلکہ انسان کے دل میں اپنی قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ علامہؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان اپنی نظر اپنے اندر کی محفل اور بیرون محفل کرتا ہے تو اس کا دل حیرت آشنا ہو جاتا ہے۔

اگر چشمے کشائی بردل خویش

درون سیدہ بنی منزل خویش!

سفر اندر حضر کردن چنین است

سفر از خود بخود کردن ہمیں است (۲۵)

لیکن آج مسلمانوں کے دلوں میں ایسی بیماری رچ بس چکی ہے کہ جس نے انہیں بے عمل اور نکما بنا دیا ہے اور وہ بیماری مال و زر کی بے جا ہوس ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے اپنی نئی پود کو اسلامی علوم اور بزرگان اسلام کی کتابوں کے ساتھ کبھی دور کا واسطہ بھی نہیں رہا۔ وہ نہیں جانتے کہ جنیدؒ و بایزیدؒ اور رومیؒ و اقبالؒ نے ان کے لئے کس قدر گران مایہ علوم کے خزانے چھوڑے ہیں۔ دور حاضر میں انٹرنیٹ، واٹس اپ اور فیس بک وغیرہ نے ہمارے نوجوان نسل کو پڑھنے پڑھانے اور مطالعے سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ دور حاضر میں تو مطالعہ کا رواج رہا ہی نہیں، لیکن آج مسلمان اگر پھر بھی کچھ مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اسے ناول، فلمی لٹریچر اور فرسودہ حکایات کو روایت کرنے والے رسالوں کے مطالعہ کے علاوہ اور کوئی کتاب نظروں میں نہیں بھاتی۔ مسلمانوں کی یہ حالت دشمنان اسلام کے پھیلانے ہوئے نظریات کے باعث ہے۔ علامہ اقبالؒ نے درج ذیل اشعار میں مسلمانوں کو حقیقت حال سمجھنے کے لئے جھنجھوڑا۔

اگر چہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات

جو فقر سے ہے میسر تو نگری سے نہیں

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے

زوال بندہ مؤمن کا بے زری سے نہیں

اگر جہاں میں مرا جو ہر آشکار ہوا

قلندر ی سے ہوا ہے، تو نگری سے نہیں (۲۶)

تلاش سے شناخت:

یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا کی تلاش کرنے سے اپنی ہی شناخت حاصل ہوتی ہے، یعنی انسان اپنے آپ کو پالیتا ہے اور خود کو بھی پہچان لیتا ہے۔ مجاہدات شاقہ سے قرب الہی میسر ہوتا ہے اور خدا ہمیں اپنے اندر محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم اپنی تلاش کریں تو ہم اللہ تعالیٰ کو پالیتے ہیں یعنی جب اپنا عرفان حاصل ہو گیا تو خدا بھی مل گیا۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اس سلسلے میں فرمایا ہے۔

کرا جوئی، چرا در پیچ دتانی؟

کہ او پیدا است تو زیر نقابی

تلاش او کنی جز خود نہ بینی

تلاش خود کنی جز نیابی (۲۷)

در خاکدان ما گھر زندگی گم است

ایں گوہرے کہ گمشدہ عمارتیم یا کہ اوست؟ (۲۸)

جب تک انسان اپنی قوتوں، خوبیوں اور صلاحیتوں سے بیگانہ اور نا آشنا ہے اس وقت تک انسان اپنے کام کرنے کی قوت سے آگاہ نہیں ہوتا اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ جب تک انسان میں قوت تلاش نہ ہو تو وہ ایک غیر فعال شخص کی طرح مردہ حالت میں ہی زندہ رہتا ہے۔ جو شخص اپنی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتا ہے تو وہ اپنی مخالف قوتوں کے ساتھ مدافعت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور ایک کامیاب انسان کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ایسے لوگوں کا آخرت میں بھی کوئی مقام نہیں جو دنیا میں ضعیفوں کی سی زندگی گزارتے ہیں۔ رمزدین کا جانتا بھی خودی کے اسرار سے واقف ہونا ہے۔ خودی کا عرفان، ہنر کے تمام مرحلوں کی انتہا ہے۔ چنانچہ علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

اے زخود پوشیدہ خود را باز یاب	در مسلمانی حرام است ایں حجاب!
رمزدیں مصطفیٰ دانی کہ چیست	فاش دیدن خویش را شائشی است
چیست دیں؟ دریا فتن اسرار خویش	زندگی مرگ است بے دیدار خویش
آں مسلمانی کہ پند خویش را	از جہانے برگزیند خویش را (۲۹)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

بیابہ خویش پیچیدن بیاموز بناخن سینہ کا ویدن بیاموز

اگر خواہی خدا را فاش بینی خودی را فاش تر دیدن بیاموز (۳۰)

مذکورہ بالا اشعار میں علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنی خودی کی پہچان کرنے کے لئے کاوشیں بروئے کار لاتے ہیں اور اپنے سینے کو اس محنت سے داغدار کر لیتے ہیں، وہی لوگ حتی الامکان حق تعالیٰ کی بھی پہچان کر لیتے ہیں۔ خلاصہ بحث:

علامہ محمد اقبالؒ کے مذکورہ بالا فکر کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس نکتہ پر پہنچتے ہیں کہ اپنی پہچان یعنی خودی کا مکمل تخلیق سے تعلق رکھتا ہے اور تخلیق اللہ تعالیٰ کی بھی ایک صفت ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے مطابق خودی کے باعث کائنات میں عمل تخلیق جاری رہتا ہے۔ مسلمان خدا کی تخلیقی صفت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ جب خودی کی نفی) کچھ کر سکنے کی حالت کی بجائے (خودی کا اثبات ہو یعنی انسان خودی کی تخلیقی صفت پیدا کر لے تو وہ عدیم المثال بن سکتا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک ہر شخص کی انفرادی خودی ہے جس کا انسان خود مرکز ہے۔ خودی ایک لازوال حقیقت ہے جو کائنات کے ہر ذرہ میں ہے مگر اس کا انتہائی کمال انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے زوال کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ افلاطونی اور ویدانتی افکار کے قائل ہو کر خود کو نا کارہ سمجھ کر بیٹھ گئے اور سکون کی تلاش کرنے لگے۔ اسلام نے انہیں یہ سبق دیا کہ خودی کی نفی کی بجائے خودی کا اثبات کریں تاکہ وہ تخلیق کی خوبی حاصل کرنے کے بعد عدیم المثال بن سکیں۔ علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک خودی کا انتہائی کمال انسان میں ہے، جو انسان کی زندگی کو حرکت میں لاتا ہے اور تخلیق کی صورت میں زندگی کو بقاء عطاء کرتا ہے اور اس کے سبب وہ خدا کے انوار اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ حیات ایک انجذابی حرکت ہے جس میں خدائی

صفات کو جذب کیا جاتا ہے اور اس سے انسان کی راہ کی تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس پر خودی کے اسرار جب منکشف ہو جائیں تو قطرہ گوہر تابدار بن جاتا ہے اور سبزہ زمین کے سینہ کو چاک کر کے باہر نکل آتا ہے۔ خودی وہ نور ہے جو مٹھی بھر خاک کو کیمیا بنا دیتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ تنخیر کائنات کا مالک بن جاتا ہے اور اس کی زد میں پوری کائنات آ جاتی ہیں۔

حوالہ جات

- ۱۔ اقبالؒ، علامہ محمد زبور عجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 447
- ۲۔ اقبالؒ، علامہ محمد، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 440
- ۳۔ اقبالؒ، علامہ محمد، پس چہ باید کرد، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 826
- ۴۔ اقبالؒ، علامہ محمد، پیام مشرق، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 276
- ۵۔ ایضاً، ص 357
- ۶۔ بحوالہ بالا، زبور عجم، ص 133
- ۷۔ ایضاً، ص 505
- ۸۔ اقبالؒ، علامہ محمد، ارمغان جاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 109
- ۹۔ بحوالہ بالا، بال جبریل، ص 352
- ۱۰۔ بحوالہ بالا، پیام مشرق، ص 333
- ۱۱۔ نقشبندی، پیر عبد اللطیف خان، اسلام و روحانیت اور فکر اقبال، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص 1023
- ۱۲۔ بحوالہ بالا، بال جبریل، ص 456
- ۱۳۔ بحوالہ بالا، اسلام و روحانیت اور فکر اقبال، ص 1024
- ۱۴۔ الشعراء: 89
- ۱۵۔ اقبالؒ، علامہ محمد، جاوید نامہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 777
- ۱۶۔ بحوالہ بالا، پیام مشرق، ص 377
- ۱۷۔ آل عمران 191
- ۱۸۔ العنکبوت: 20
- ۱۹۔ البقرہ 164

- ۲۰۔ بحوالہ بالا، اسلام و روحانیت اور فکر اقبال، ص 1027
- ۲۱۔ بحوالہ بالا، بال جبریل، ص 297
- ۲۲۔ اقبالؒ، علامہ محمد، ضرب کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 496
- ۲۳۔ ایضاً، ص 576
- ۲۴۔ اقبالؒ، علامہ محمد، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 104
- ۲۵۔ بحوالہ بالا،، زیور عجم، ص 558
- ۲۶۔ بحوالہ بالا، ضرب کلیم، ص 482
- ۲۷۔ بحوالہ بالا، پیام مشرق، ص 222
- ۲۸۔ بحوالہ بالا،، زیور عجم، ص 485
- ۲۹۔ بحوالہ بالا، پس چہ باید کرد، ص 854
- ۳۰۔ بحوالہ بالا، ارمغان تجاز، ص 991